در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

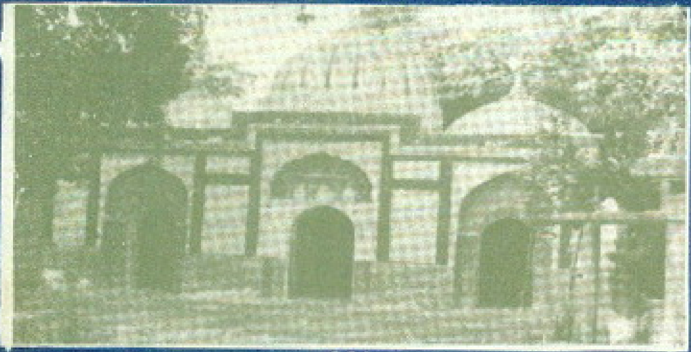

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

ناشر: شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹ پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۷ — جلد نمبر ۲

یکم جولائی ۱۹۹۳ء — ۱۰ محرم ۱۴۱۴ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

۱۔ شذرہ	مدیر اعلیٰ	۲
۲۔ میدانِ کربلا	ابوالبشیر حکیم غلام احمد مسلم	۳
۳۔ کلامِ آلِ رسول	سید خضر حسین شاہ صاحب چشتی	۴
۴۔ میرا پیارا شہر	رحیم بخش طارق صاحب	۵
۵۔ سورۂ یوسف منظوم اردو ترجمہ	صوفی مشتاق احمد صاحب	۷
۶۔ امام الشہداء کی یاد	آقا سید ضیاء جعفری (مرحوم)	۹
۷۔ ابوالبرکات سید حسن کی تبلیغی مساعی	حاجی سجاد حسین صاحب	۱۷
۸۔ تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۲۰
۹۔ انوارِ علی کرم اللہ وجہہ	مدیر اعلیٰ	۲۴
۱۰۔ سیر السلوک الی ملک الملوک	مدیر اعلیٰ	۳۰

قیمت ۶/ روپے

عالم اسلام کے مسائل کا حل :

متحدہ شورائے اسلامیہ کا قیام !

مدیر اعلیٰ

اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد برحق اور سچا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

ولن ترضٰی عنك الیهود ولا النصٰری حتّٰی تتبع ملّتهم

(اور ہرگز خوش نہیں ہوں گے آپ سے یہودی اور نہ عیسائی۔ یہاں تک کہ آپ پیروی کرنے لگیں اُن کے دین کی البقرہ ۲=۱۲۰)

گویا دنیا بھر کے عیسائی اور یہودی کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں بن سکتے۔ اور نہ ہی وہ مسلمانوں کا اقتدار اور شکوہ برداشت کر سکتے ہیں۔ بلکہ وہ تو ہر وقت ہر لحہ اور ہر آن مسلمانوں کے خلاف سازشوں، دسیسہ کاریوں اور جارحیت کے نت نئے حربے سوچتے اور استعمال کرتے رہتے ہیں۔ عصر حاضر میں جو واقعات پیش آرہے ہیں۔ ان سے ارشاد ربانی کی حقانیت روز روشن کی طرح آشکارا ہو چکی ہے۔ امریکی جارحیت، برطانوی شیطنت اور صیہونیت کا ابلیسی گٹھ جوڑ دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہے۔ فلسطین، بوسنیا، کشمیر، افغانستان اور عراق کے مسلمان تو خصوصی طور پر ان کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوتے ہیں اور بعض منافق مسلمان بھی اُن کی حمایت کر کے مسلمانوں کی بیخ کنی میں مصروف ہیں۔

امریکہ نے عراق کے خلاف ظلم وستم کی انتہا کے بعد عراقی عوام پر خوراک وادویات کی ترسیل پر بھی پابندی لگوادی جس کا تاحال عراقی عوام بڑی پامردی سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں پھر ایک شیطانی چال کا بہانہ کر کے عراق پر میزائل داغے گئے اور بمباری کی گئی۔

آج اشد ضرورت ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان مل کر اس ننگی جارحیت اور ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کریں۔ اور عملاً جہاد کریں، نیز تمام اسلامی ممالک کو چاہیئے کہ وہ اپنی ایک متحدہ شوریٰ اسلامیہ قائم کر کے اپنے تمام مسائل اور تنازعات اسی کے ذریعے طے کروائیں اور اقوام متحدہ جو عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کی لونڈی بن کر مسلمانوں پر مسلط ہو چکی ہیں، اس سے گلو خلاصی کروائیں۔

وما علینا الا البلاغ

میدانِ کربلا

ابوالبشیر حکیم غلام احمد سلیم
پنڈدادنخان جہلم

مسلم تو کیا جہاں پہ ہے احسان کربلا
درسِ خودی ہے دہر کو ہر آن کربلا
ہو اس سے بڑھ کے اور بھی کیا شان کربلا
قرآن پاک سرخئی عنوان کربلا
واں تل کے رہ گئے حق و باطل الگ الگ
واللہ کیا عجیب تھی میزان کربلا
جو حشر تک ہے خون شہیداں سے سرخرو
دنیا اسی کو کہتی ہے میدان کربلا
معصوم تیر سے تو جواں تیغ سے سجے
آؤ تمھیں دکھائیں حسینان کربلا
تنہائی بیکسی تھی غریبی تھی پیاس تھی
شبیر کے نصیب میں سامان کربلا
دنیا و دین میں حشر میں جنت میں ہر جگہ
ہیں سرفروش حلقہ بگوشان کربلا
بعد از طواف کعبہ دید رسول پاک
رہتا ہے اپنے دل میں بھی ارمان کربلا
اخلاص کے یہ پھول ہیں بے رنگ و بو سلیم
رکھنا سر مزار شہیدان کربلا

کلام آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

★ از خضرِ ملت پیر سید خضر حسین شاہ صاحب چشتی مہتمم دار العلوم چشتیہ غوثیہ منڈی بہاؤالدین

بلند تر ہے ازل سے مقامِ آلِ رسول
رہے گا تا بہ ابد اختتامِ آلِ رسول

فرشتے اس کا محبت سے ذکر کرتے ہیں
ہے لیتا جو بھی عقیدت سے نامِ آلِ رسول

خدا کی اور فرشتوں کی اُس پہ لعنت ہو
نہ جس نے دل سے کیا احترامِ آلِ رسول

اسی کو حشر میں کوثر پلایا جائے گا
پیا ہے جس نے محبت کا جامِ آلِ رسول

ہو دیکھنا جو کسی نے نظامِ شاہِ رسُل
وہ دیکھے کرب و بلا میں نظامِ آلِ رسول

دھواں دھواں تھے سراپے الم نصیبوں کے
گھری ہوئی تھی بلاؤں میں شامِ آلِ رسول

کھلا یہ راز رٹنے پہ اَنْتَ فِیْهِمْ سے
بشکلِ نورِ نبی ہے دوامِ آلِ رسول

کلامِ حق کی شہادت ہے آلِ احمد پر
کلامِ حق کی شہادت، کلامِ آلِ رسول

کسی یزید کے ہاتھوں میں ہاتھ نہ دینا
یہی تھا کرب و بلا میں پیامِ آلِ رسول

قیامِ دین کا باعث بھی ہے عبادت بھی
سجودِ آلِ محمد، قیامِ آلِ رسول

خضر حقیر سہی پر یہ شان رکھتا ہے
مریدِ آلِ علی ہے، غلامِ آلِ رسول

نیز ایں پہر ا نٹوز

رحیم بخش طارق

پشاور شہر میں صفائی کی حالت روز بروز خراب ہو رہی ہے ماضی میں بلکہ ماضی قریب میں صبح و شام دونوں وقت عملہ صفائی جھاڑو و چھڑکاؤ میں مصروف دکھائی دیتا تھا۔ غالباً ۱۹۷۵ یا ۱۹۷۶ میں خاکروبوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہمیں بھی اتوار کے دن چھٹی دی جائے اس وقت کے ایڈمنسٹریٹر بلدیہ پشاور محترم ظہور الحسن خان نے عملہ صفائی کی یونین سے گفت و شنید کے بعد ایک معاہدہ کیا کہ آپ حضرات کو اتوار کی رخصت اس شرط کے ساتھ منظور کی جاتی ہے کہ آپ سابقہ کی طرح صبح و شام صفائی کریں گے۔ اور بعد ازاں اس معاہدے پر عمل درآمد شروع کیا گیا۔ لیکن کچھ مدت بعد وہی پرانا چلن شروع کر دیا بلکہ صبح کی صفائی بھی صحیح طریقے سے نہیں کی جاتی۔ اب تو جھاڑو دینے کے بعد کوڑا کرکٹ ٹوکروں میں ڈالنے کی بجائے نالیوں اور بڑے نالوں میں گرا دیا جاتا ہے۔ ان کی پیروی کرتے ہوئے عوام الناس نے بھی کوڑا کرکٹ نالیوں میں گرانا شروع کر دیا جس کی وجہ بارش کے موسم میں نالے ابل پڑتے ہیں۔ اور نکاسی کا راستہ نہ ملنے کی وجہ سے نشیبی علاقوں میں سیلاب کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور دکانوں میں پانی داخل ہو کر لاکھوں روپے کے نقصانات کا باعث بنتا ہے۔ اور بدبو پھیل جانے سے کئی قسم کی بیماریوں کے جنم لینے کی وجہ سے وبائی امراض پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کارپوریشن کا عملہ بھاگ دوڑ کر کے نالوں کی صفائی کرتا ہے۔ افسران بالا ہفتہ صفائی منا کر لوگوں کو صفائی رکھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ لیکن بعد میں وہی ڈھاک کے تین پات! والا قصہ ہوتا ہے۔ پشاور شہر کے لوگوں کو یاد ہو گا، کہ چاچا یونس مرحوم روزانہ کسی نہ کسی علاقے کی طرف چھڑی ہاتھ میں لئے ہوئے پیدل جاتے تھے۔ اور جہاں کہیں گندگی کے ڈھیر دیکھتے تھے فوری طور پر اٹھوانے کا بندوبست کرتے تھے۔ یہ تھے اس زمانے کے سیکرٹری (چیف آفیسر) بلدیہ! ۔ آج افسران صاحبان کی اچھی خاصی تعداد کارپوریشن میں موجود ہے۔ کیا یہ حضرات شہر کے دورے نہیں کر سکتے؟۔ جب کہ ٹرانسپورٹ کی سہولت بھی مہیا کی گئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس طرف توجہ دی جائے تاکہ ہمارا خوبصورت شہر صاف ستھرا نظر آئے۔

دوسرا مسئلہ تجاوزات کا ہے۔ ہر بازار میں دکانداروں نے تھڑے بڑھا رکھے ہیں اور دکان کے آگے کرسیاں و بینچ بچھا رکھی ہیں۔ ہتھ ریڑھی والے تو تقریباً تمام بازاروں میں موجود ہیں۔ خوانچہ فروش جگہ

لگ بیٹھے نظر آتے ہیں۔ پیدل لوگوں کے لیے چلنا پھرنا محال ہے، خواتین کو بازاروں میں چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی ہے کہ بچے بھیڑ میں اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ اس موقع پر خواتین کی حالت قابل دیدنی ہوتی ہے۔ کیا اس قسم کی غیر قانونی تجاوزات وغیرہ کا سدباب کارپوریشن کے فرائض میں داخل نہیں؟ یا چشم پوشی کی جاتی ہے؟۔ چوک یادگار و پل پختہ کے پاس زمین پر فریش فروٹ والا دکان سجائے بیٹھا ہے۔ حالانکہ اس کی دوکان موجود ہے افسران بالا کا عموماً وہاں سے گزر ہوتا ہے۔ لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ تہہ بازاری کا عملہ کیا کر رہا ہے؟ کیا اس قسم کے تجاوزات کو ہٹانا ان کا کام نہیں؟

حکام بالا سے توقع ہے کہ اس طرف خصوصی توجہ دے کر شہریوں کی مشکلات ختم کردیں گے تاکہ ہمارا تاریخی شہر پشاور ہمیشہ کی طرح صاف ستھرا رہے!

بقیہ: سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی مساعی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل، خدمتِ خلق۔ وہی لنگر، اسی طرح مساکین کی اعانت اور گیارہویں شریف کا نادر روزگار سلسلہ جاری وساری ہے۔ جو آتا ہے اپنے ظرف کے مطابق فیض پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا رہے کہ اس آستانۂ عالیہ کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور یہاں سے دینِ اسلام اور سلسلۂ عالیہ قادریہ حسنیہ کا نور، گمراہی و ضلالت کی ظلمتوں کو کافور کرتا رہے۔ آمین ثم آمین

فقیر سجاد حسین قادری

(نوٹ) اس مضمون کی تیاری میں "تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ اور کچھ ماخوذ الحسن ماہِ جولائی ۱۹۵۵ء سے لیا گیا ہے۔ شکریہ!

منظوم اردو ترجمہ سورہ یوسف

الحاج صوفی مشتاق احمد صاحب
ایم اے سابق پرنسپل گورنمنٹ
ہائی سکول ع۲ پشاور

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ
خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۳۹)

اے جیل خانے کے یارو مجھے بتاؤ ذرا ٭ الگ الگ سے ہیں معبود اچھے یا کہ ایک خدا
خدائے واحد و یکتا ہے مہربان بڑا ٭ قہار بھی ہے سراپا وہ مہربان بڑا

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً

نہیں تم کرتے ہو پوجا سوائے اس کے مگر ٭ چند ناموں کی (جو حقیقت میں ہیں بے وقر)

سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ

یہ نام گھڑ رکھے ہیں تم نے تمہارے آباء نے ٭ کوئی دلیل اتاری نہیں ہے ان پر اللہ نے

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ

کسی کا حکم نہیں چلتا ہے جہاں میں مگر ٭ سوائے حکم خداوند اعلیٰ و برتر

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ

دیا ہے حکم عبادت کرو نہ اس کے سوا ٭ (یہی ہے دین برحق کی سیدھی سادی راہ)

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۴۰)

ولیکن دنیا میں موجود ہیں ایسے لوگ اکثر ٭ نہیں جو حکم خداوند اعلیٰ سے باخبر

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ

اے جیل خانے کے ساتھیو! (نہ ہوں دلگیر) ٭ بتلانے والا ہوں میں تم کو خوابوں کی تعبیر
(تم دونوں میں سے وہ ساتھی کہ جس نے دیکھا ہے خواب) ٭ کشید انگور کے دانوں سے کر رہا ہے شراب،
(شراب کا اسے انتظام سونپا جائیگا) ٭ وہ اپنے شاہ کو پھر سے شراب پلائیگا۔

وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ

وہ دوسرا (کہ تھیں جس نے روٹیاں دیکھیں) ٭ چڑھایا جائے گا سولی پہ وہ سیاہ جبیں

یہی ہے مرضیٔ خداوندِ اعلیٰ و برتر ؞ پرندے کھائینگے اس کا نوچ نوچ کے سر

قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ ﴿۴۱﴾

جس امر کے لئے ہے مجھ سے آپ نے پوچھا ؞ جواب اس کا مقدر میں ہے لکھا جا چکا

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا

اُن دونوں میں سے تھا جسکی رہائی کا امکاں ؞ (تعاونِ یوسف سے وہ کر سکے گا تھا یہ گماں)

وَقَالَ ... اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ

(مخاطب ہو کے رہا ہونیوالے سے یوں کہا) ؞ تم اپنے آقا کے آگے کرنا ذکر میرا

فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ

(رہا وہ ہو کے ہوا اپنے عہدے پر تعینات) ؞ بھلا یا شیطاں نے اس کو نہ شہ سے کر سکا بات

فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ﴿۴۲﴾

(بھولا ایسا کہ وہ جلد یاد آ نہ سکا) ؞ برسوں قید رہا (جلد رہائی پا نہ سکا)

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعٌ عِجَافٌ

کچھ عرصہ بعد کہا شہ نے میں نے دیکھا ہے خواب ؞ سات دُبلی سی گائیں ہیں بھوک سے بیتاب

سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ

ان دُبلی گایوں نے دیکھیں موٹی گائیں سات ؞ (وہ قابو کر نہ سکیں اپنے بھوک کے جذبات

(مل رہا تھا نہ ان کو کہیں بھی دانہ دُنکا) ؞ نوچ نوچ کے کھانے لگیں وہ گوشت اُن کا

وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ

پھر اُس نے خواب میں دیکھیں سبز بالیاں سات ؞ اور اُس کے ساتھ ہی دیکھیں خشک بالیاں سات

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ﴿۴۳﴾

مخاطب ہو کے کہا اس نے اپنے امراء سے ؞ ہے تم میں کوئی کہ واقف ہو علم رؤیا سے

(اگر ہے تم میں کوئی ایسا صاحبِ تدبیر) ؞ بتائے مجھ کو وہ میرے خواب کی تعبیر

(جاری ہے)

امام الشہداء کی یاد

آقا سید ضیاء جعفری القادری (مرحوم)

شعلے میں ایک حسن ہے جس کا لطف پروانے ہی اٹھا سکتے ہیں۔ پھولوں میں رس ہے جس کو شہد کی مکھی ہی خوب سمجھتی ہے۔ حسن میں ایک کشش ہے جس کو اہل ذوق ہی خوب جانتے ہیں' اسی طرح نفس انسانی کی عظمت میں ایک کشش ہے۔ جس کو انسانیت کے حقائق شناس دل ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ شعلہ اپنا حسن دھوئیں کے بادلوں میں کھو دیتا ہے۔ پھول تمازت آفتاب سے کملا جاتا ہے۔ بڑھاپا اور بیماریاں حسینوں کے بلاخیز حسن کو مٹا دیتی ہیں۔ لیکن دنیا کی کوئی طاقت کائنات کا کوئی انقلاب ایک پاکیزہ نفس کی عظمت کو صدمہ نہیں پہنچا سکتا۔

امام حسین علیہ السلام کی روحانی عظمت و اقتدار کو ہم میں سے بہت کم لوگوں نے سمجھا۔ اور اگر بعض لوگوں نے کسی قدر سمجھا بھی تو فائدہ بہت کم اٹھایا گیا۔ امام حسین علیہ السلام کی محترم زندگی کا اولوالعزم کارنامہ صرف اتنا کہنے پر ختم نہیں ہوتا۔ کہ "وہ مظلوم شہید ہوئے" بلکہ ان کی مقدس زندگی سے ایسے بے شمار سبق حاصل ہوتے ہیں۔ جو آب زر بلکہ لوح دل پر لکھنے یاد کرنے اور عمل پیرا ہونے کے قابل ہیں۔ یزید جیسا ننگ انسانیت اور پیکر استبداد امام حسین علیہ السلام کے پیکر میں ایمان اور ایقان کی اس شمع فروزاں کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کا قیاس دنیا کے اور انسانوں پر کیا وہ ان سے جبراً بیعت لینا چاہتا تھا۔ لیکن اسے یہ خبر نہ تھی کہ اس درویش خدا مست اور پروردۂ آغوش رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مادی وجود کے پیچھے نفس عظمت کا ایک بڑا فولادی حصار ہے۔ جس کو جبروتی اور طاغوتی قوتیں ختم نہیں کر سکتیں۔

عشق آزادی اور شہادت عظمیٰ کا ناپیدا کنار سمندر ہے۔ جس کو یزید کی مصلحتیں عبور نہیں کر سکیں۔ وہ آدمیت کو صرف جسم و جان تک محدود سمجھتا تھا۔ اس کو معلوم نہ تھا کہ کوئی ایسی قوت بھی اس کے اندر کار فرما ہے جو ناقابل تسخیر ہے

روحانی منازل کی پہلی سیڑھی یقین محکم ہے اسلامی تعلیمات کا بہت بڑا دارومدار اسی پر ہے۔ سید الشہداء یقین کی مکمل روشنی میں سانس لیتے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ میں صحیح راستے پر ہوں انھیں یقین تھا کہ آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے۔ انھیں یقین تھا کہ حق کی طرف داری کا صلہ اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔ انھیں یقین تھا کہ خدا کا دین برحق ہے۔ اور اس کی نصرت ایمان کا فریضہ ہے انھیں یقین تھا کہ میرے نانا سچے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھے۔ انھیں یقین تھا کہ حق پر جان دینا حیات ابدی ہے۔

یزید کو اپنی سطوت اور جبروت پر ناز تھا اور امام حسین علیہ السلام کو اپنے یقین پر' اپنے یقین کی بناء پر امام حسین علیہ السلام نہایت اطمینان سے منازل طے کر رہے تھے

خاکم بدہن اگر امام حسین علیہ السلام کے یقین میں ہلکی سی کمزوری ہوتی تو وہ بہت آسانی سے اپنی اور اپنے عزیزوں کی جان بچا سکتے تھے۔ صرف بیعت کا سوال تھا۔ "عیاذ باللہ" اسکے منظور کرتے ہی ظلم و استبداد کی گھٹائیں چھٹ جاتیں زندگی کا مطلع صاف ہو جاتا لیکن اس کے بعد جو زندگی بسر کرتے وہ یزید کی غلامی کہلاتی ناکہ خدائے عزوجل کی بندگی'

انسانیت کی آنکھیں ہمیشہ نیچے ہو جاتیں حق پرستی کا دم نکل جاتا۔ حسین علیہ السلام نہ رہتے جو " اب " ہیں۔ حسین علیہ السلام کے جذبۂ حق پرستی اور آزادی کو یزید کی سطوت کچل نہ سکی' وہ آخری دم تک اپنے عزم و یقین پر قائم رہے' وہ نہ دیکھ سکے کہ یزید اسلام کا جذبۂ آزادی سلب کرے۔ اخوت اسلامی کا شیرازہ منتشر کر دے۔ ایمانی فضا مکدر بنا دے۔ انسانی حقوق کچل دے۔ وہ اس پر مرے کہ " الموت اولی من رکوب العار " موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔

قرآن و سنت کے آئینہ میں ۔ شہید کربلا کا رخ زیبا نظر آتا ہے۔ تو بعینہٖ وہی خدوخال نظر آتے ہیں۔ جس کا اسلام ایک مرد مومن سے مطالبہ کرتا ہے۔

سرکار کی جوانی کا ایک واقعہ سنئے۔ نانا سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انسانی مساوات کا جو سبق دیا تھا وہ انھیں ازبر تھا۔ اسی جذبہ کا نتیجہ تھا کہ ایک مرتبہ ان کا گزر فقیروں کے ایک اجتماع میں ہوا۔ جو روکھے سوکھے ٹکڑے کھا رہے تھے۔ وہ فقیر اس ہمدرد شخصیت سے اچھی طرح واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ غریبوں کا رہنما اور فقیروں کا ماوی ہے۔ اسی لئے انہوں نے مخلصانہ بے تکلفی کے ساتھ' انہیں اپنے روکھے سوکھے ٹکڑوں میں شرکت کی دعوت دی۔ جس خلوص سے دعوت کی یہ آواز فقیروں کے دلوں سے بلند ہوئی تھی' اسی خلوص کے ساتھ اس محترم ہستی نے اسے قبول فرمایا۔ اور مساویانہ اور برادرانہ انداز میں بیٹھکر ان ٹکڑوں کو کھانے لگے۔

ایک اور شخص اس راستے سے گزرا۔ اس نے یہ مساوا تیۂ نقشہ دیکھ کر دریافت کیا۔ مولا' آپ یہاں کیسے بیٹھے ہیں۔ تو اس برگزیدہ شخص کی زبان پر آیا۔ " جالس مسکین مسکینا " ۔ " ایک مسکین دوسرے مسکین کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے "۔ امام الشہداء کا یہ طرز عمل اور اس پر یہ برجستہ جواب ان کے "معاشرتی رجحانات" کا پتہ دے رہا ہے۔ جو ان کے دل میں جڑیں پکڑ چکے تھے۔

عفو و درگذر کا یہ عالم تھا۔ کہ امام نجم الدین عمر نسفی رحمتہ اللہ نے الکاظمین الغیظ والعافین من الناس واللہ یحب المحسنین کی تفسیر فرماتے ہوئے ایک حکایت لکھی ہے۔ کہ سبط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امام عالی مقام ایک روز اپنے دولت کدہ پر شرفاء عرب کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے کھانا تناول فرما رہے تھے۔ کہ غلام شوربے کا پیالہ لے کر آیا۔ اتفاقاً غلام کے ٹھوکر لگی۔ اور گرم گرم شوربہ سر مبارک اور ریش اقدس پر گرا۔ امام حسین علیہ السلام کے تمام کپڑے شوربے میں لت پت ہو گیے۔ مولا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ غلام ہیبت امامت سے کانپ اٹھا۔ فوراً بولا۔ " الکاظمین الغیظ " فرزند بتول نے کہا

کے میں نے غصہ پی لیا۔ غلام نے کہا کہ " والعافین من الناس " جگر گوشہ حیدر کرار بولے میں نے معاف کر دیا۔ غلام پکارا" واللہ یحب المحسنین "نوردیدہ ساقی کوثر نے فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ اہل مجلس اس علم و کرم کا منظر دیکھ کر ورطہ حیرت میں ڈوب گیے۔

امام حسین علیہ السلام یزیدی شہنشاہیت کے تیور ابتداء ہی میں تاڑ گیے تھے۔ کہ اسلام کی بتائی ہوئی اخلاقی' معاشرتی' اور سیاسی صداقتوں کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے۔ ایسی حالت میں وہ مجبور تھے کہ ان صداقتوں کے تحفظ کے لیے' وہ اس راستے پر چلیں جس میں مصیبتوں اور آفتوں کے کانٹے ہر طرف بچھے ہوئے ہیں اور جسکا بالآخر خاتمہ اس منزل پر ہونے والا ہے۔ جس میں انہیں اور ان کے بہترین رفقاء کو خونی کفن پہننا پڑے گا۔ اور ان کے اہل بیت کو قید و بند کی صبر آزما مصیبتیں جھیلنا ہوں گی۔ امام عالی مقام نے اپنے متعدد خطبوں میں' اس ظلم و استبداد کی جانب کھلے الفاظ میں اشارہ کیا جو یزید کی شہنشاہیت میں روا رکھا تھا۔ کربلا جاتے وقت مقام بیضہ پر' آپ نے ایک دردناک " خطبہ " دیا۔

لوگو' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ " جس نے ظالم محرمات الہی کو حلال کرنے والے' خدا کے عہد کو توڑنے والے' سنت رسول کے مخالف' اور خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت والے بادشاہ کو دیکھا۔ اور اس کو قولا اور عملا غیرت نہ آئی تو خدا کو حق ہی کہ اس کو اس بادشاہ کی جگہ دوزخ میں داخل کر دے۔ لوگو' خبردار ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی۔ اور رحمان کی اطاعت چھوڑی ہے۔ ملک میں فساد پھیلایا ہے۔ حدود الہی کو توڑ دیا مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر دیا ہے اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر دیا ہے۔ اس لئے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔"

میرے پاس تمہارے خطوط آئے۔ تمہارے قاصد آئے کہ تم نے بیعت کر لی ہے۔ اور یہ کہ تم مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے پس اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست کو پہنچو گے۔ میں علی اور فاطمہ بنت رسول کا بیٹا حسین ہوں۔ میری جان تمہاری جانوں کے برابر اور میرے اہل تمہارے اہل کے برابر ہیں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لئے نمونہ ہے۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اور اپنا عہد توڑ کر میری بیعت کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالو گے۔ تو میری عمر کی قسم یہ بھی تمہاری ذات سے بعید اور تعجب انگیز فعل نہ ہو گا۔ تم اس سے پہلے میرے باپ' میرے بھائی' میرے ابن عم مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ ہے۔ جو تمہارے فریب میں آگیا تم نے اپنے فعل سے اپنا حصہ ضائع کر دیا۔ جو شخص عہد شکنی کرتا ہے۔ وہ گویا اپنی ذات سے عہد توڑتا ہے۔ عنقریب خدا مجھ کو تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا۔ اور اسی طرح ۹ محرم الحرام کو عصر کے وقت جب ابن سعد نے فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ اسی وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نماز اور دعا کے لیے ایک رات کی اجازت چاہتا ہوں۔ رات کے وقت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا۔

الٰہی تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمارے گھروں کو نبوت سے مشرف کیا۔ اور دین کی سمجھ اور قرآن کا فہم عطا کیا۔ لوگو' میں نہیں جانتا کہ آج رُوئے زمین پر میرے ساتھیوں سے بہتر اور افضل لوگ بھی موجود ہیں یا میرے اہل بیت سے زیادہ ہمدرد و غمگسار کسی کے اہل بیت ہیں' اے لوگو' خدا تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے کل میرا اور ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ غور و فکر کے بعد میری یہ رائے ہے کہ رات کے اندھیرے میں' تم سب خاموشی سے نکل جاؤ۔ اور میرے اہل بیت کو ساتھ لے جاؤ۔ میں خوشی سے تمہیں رخصت کرتا ہوں' میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہو گی' یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں' یہ میری جان لے کر تم سے غافل ہو جائیں گے۔"

امام حسین علیہ السلام کے الفاظ سے زمین و آسمان میں سناٹا چھا گیا۔ آپ کے اہل بیت فرط بیقراری سے تڑپ اٹھے' حضرت عباس نے کہا اے مولائے دوجہاں خدا وہ دن نہ دکھائے کہ ہم آپ کے بغیر زندہ رہیں۔ مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں نے کہا خدا کی قسم ہم اپنی جان و مال' اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے' مگر آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔

مسلم بن عوسجہ اسدہ نے کہا "اے ابن بتول' ہم آپ کو چھوڑ کر کہاں جا سکتے ہیں؟۔ میں اپنا نیزہ دشمنوں کے سینے پر توڑ دوں گا۔ جب تک قبضہ ہاتھ میں رہے گا تلوار چلاؤں گا۔ نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا۔ یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے"۔ سعد بن عبداللہ الحنفی نے کہا "خدا کی قسم ہم آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے' جب تک خدا نہ دیکھ لے کہ ہم نے اس کے رسول کا حق محفوظ رکھا ہے۔ اگر میں ستر (۷۰) مرتبہ بھی قتل ہو جاؤں' جلایا جاؤں' اور آگ میں بھونا جاؤں تو پھر بھی آپ کی رفاقت سے دست کش نہ ہوں گا"۔

ظہیر بن القین نے کہا "کہ بخدا اگر مجھے ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیر دیا جائے تو میں آپ کی رفاقت سے منہ نہ موڑوں گا"

جب محفل وفا کی گرمجوشیاں ختم ہو چکیں تو نماز کی صفیں آراستہ ہوئیں' امام حسین علیہ السلام اور رفقاء امام حسین علیہ السلام ساری رات نماز استغفار' قرآن خوانی' اور دعا و تضرع میں مصروف رہے۔

راوی کہتا ہے کہ خیمہ گاہ امام حسین علیہ السلام سے تمام رات ذکر و اشغال کے سبب شہد کی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ کی آوازیں آتیں تھیں سب نے مراقبوں میں فردوس بریں میں اپنے اپنے مقامات دیکھ لیے۔

کوئی مولائے کائنات شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو جام کوثر لیے ہوئے انتظار میں پاتا۔ کوئی حسن مجتبےٰ کو انتظار کے عالم میں دیکھتا فردوس کی حوریں نثار ہوتی ہوئی دکھائی دیتیں۔ ادھر دشمن کی بے قراری کا کچھ اور عالم تھا۔ ان کے تیغ بہ کف سوار رات بھر لشکر امام حسین علیہ السلام کے گرد چکر لگاتے رہے۔

جمعہ کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمر بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا'امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں'لشکر مظلوم کربلا میں بتیس سوار اور چالیس پیدل یعنی کل بہتر آدمی موجود تھے جب لشکر روسیاہ نے پیش قدمی کی تو تاجدار صبر و استقامت ان کے سامنے آئے اور بلند آواز سے یہ خطبہ دیا۔

"لوگو! میری بات سنو جلدی نہ کرو مجھے نصیحت کر لینے دو' اپنے عذر بیان کرنے دو اپنی آمد کی وجہ کہنے دو' اگر میرا عذر معقول ہو اور تم اسے قبول کر سکو تو تمہارے لیے خوش قسمتی کا باعث ہو گا۔ ورنہ مجھے کسی بات سے انکار نہیں ہے۔ تم اور تمہارے ساتھی ایکا کر کے مجھ پر ٹوٹ پڑو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار پر ہے۔"

آپ کے اہل بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تاثر سے بے قرار ہو گئیں۔ اور خیمہ گاہ سے آہ و بکا کی صدائیں بلند ہوئیں آپ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تاکہ انھیں خاموش کرائیں۔اور کہا "ابھی انھیں بہت رونا باقی ہے"۔پھر آپ نے کمال فصاحت سے تقریر شروع کی۔

"لوگو میرا حسب و نسب یاد کرو۔سوچو میں کون ہوں پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔کیا تمہارے لیے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا جائز ہے کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا نہیں ان کے چچیرے بھائی علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم) کا فرزند نہیں ہوں ؟ -کیا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے باپ کے چچا نہیں ہیں کیا ذوالجناحین جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے چچا نہیں ؟- کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو میرے اور میرے بھائی کے حق میں یہ فرماتے نہیں سنا۔

"سید شباب اہل الجنۃ"

"جوانان جنت کے سردار" اگر میرا بیان بجا ہے اور ضرور بجا ہے کیونکہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر اب تک جھوٹ نہیں بولا تو بتاؤ۔کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے.....اگر تم میری بات کا یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تم تصدیق کر سکتے ہو۔جابر بن عبداللہ القابی سے پوچھو' ابو سعید خدری سے پوچھو' سہل بن سعد ساعدی سے پوچھو' زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھو وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے سنا یا نہیں ؟-

کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی ؟

واللہ اس وقت روئے زمین پر بغیر میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں میں تمہارے

نبی کا بلاواسطہ نواسہ ہوں- کیا تم مجھے اس لیے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے.؟ کسی کا خون بہایا ہے.؟ کسی کا مال چھینا ہے.؟ کہو کیا بات ہے آخر میرا کیا قصور ہے.؟

آپ نے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا اس کے بعد عمر بن سعد نے کمان اٹھائی اور لشکر حسین کی طرف یہ کہہ کر تیر پھینکا- "گواہ رہو کہ سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے-"

اب میدان کارزار گرم ہو گیا امام حسین علیہ السلام کے شیر دل سپاہی جس طرف رخ کرتے صفوں کی صفیں الٹ دیتے عمر بن سعد کی فوج امام مظلوم پر ٹوٹ پڑی- ہر جانب خون کے فوارے اچھلنے لگے - امام حسین علیہ السلام کے رفقاء داد شجاعت دیتے ہوئے یکے بعد دیگرے جنت کو سدھارنے لگے-

اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کی باری آئی سب سے پہلے ہم شکل پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت علی اکبر شہید ہوئے آپ کی عمر مبارک اٹھارہ برس تھی- (راوی کہتا ہے) اس وقت خیمہ سے ایک بیقرار خاتون تیزی سے نکلی یہ اتنی صاحب جام تھی جیسے کہ چڑھتا ہوا سورج وہ چلا رہی تھی' آہ بھائی ' آہ بھتیجے' یہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھیں- حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ میں پہنچا آئے پھر علی اکبر کی لاش اٹھائی اور خیمہ کے سامنے لا کر رکھ دی خیمہ سید الشہداء میں کہرام مچ گیا- سیدانیاں حضرت شہر بانو والدہ حضرت علی اکبر کے گرد جمع ہو گیں- جو اس وقت بین کر رہی تھی- وامحمدا' واعلیا' وحسینا')

اس کے بعد ایک اور جوان رعنا جس کا چہرہ چاند سے زیادہ حسین تھا لباس فاخرہ پہنے ہوئے میدان جنگ میں . بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑا آخر داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گیا-

راوی کہتا ہی کہ میں نے امام مظلوم علیہ السلام کو اس نوجوان کے سرہانے کھڑا دیکھا- نوعمر لڑکا ایڑیاں رگڑ رہا تھا- اور حضرت امام حسین علیہ السلام فرما رہے تھے کہ ان کے لیے ہلاکت ہو جنوں نے تجھے قتل کیا ہے یہ قیامت کے دن تیرے نانا رسول خدا کو کیا جواب دیں گے آپ نے لاش کو گود میں اٹھایا جوان رعنا کا سینہ آپ کے سینے سے ملا ہوا تھا- اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے آپ نے اس لاش کو علی اکبر کے پہلو میں لٹا دیا-

راوی کہتا ہے کہ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے جواب ملا قاسم بن حسن بن علی بن ابیطالب'

جب بنی ہاشم اور اہلبیت ایک ایک کر کے شہد ہو گیے تو دشمن کی تلواریں حضرت امام

اس شجاعت پامردی اور ثابت قدمی سے لڑے کہ دنیا میں استقلال جہاد کا نام ہمیشہ کے لیے روشن ہو گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام تیغ بہ کف رجز پڑھتے ہوئے جس طرف نکل آتے صفوں کی صفیں الٹ جاتیں آخر وقت میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ایک دردناک فریاد کی' آپ کے الفاظ اس قدر غم انگیز تھے کہ خود ابن سعد بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا بے اختیار رو پڑا امام مظلوم لڑتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ لوگو تم ایک ایسے شخص کو قتل کر رہے ہو جس کے بعد کوئی دوسرا قتل خدا کی اس قدر ناراضگی کا باعث نہ ہو گا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی حالت لحظہ بہ لحظہ کمزور ہو رہی تھی۔ تمام بدن زخموں سے چھلنی تھا پیاس کی شدت میں آپ نہر علقمہ کی جانب بڑھے دریا تک پہنچے چلو میں پانی اٹھایا کہ ایک تیر دھن مبارک میں پیوست ہو گیا پانی خون آلودہ ہو گیا آپ نے پانی پھینکا اور بڑی مشکل سے تیر ستم نکالا اب دونوں چلو خون سے بھر گیے۔ آپ نے خون آسمان کی طرف اچھالا اور فرمایا الہی تو دیکھتا ہے کہ تیرے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے آخری رخصت کے لیے گھوڑے کی باگ خیمہ گاہ کی جانب موڑ دی مگر دشمنوں نے راستہ روک لیا اب دوپہر ڈھل رہی تھی سورج مغرب کی جانب ذرا اور جھکا سائے لمبے ہونے لگے فوجیں چاروں طرف سے سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو گیئں گھوڑوں کی ٹاپوں نے فضا کو غبار آلود کر دیا۔

اس قافلہ کا قافلہ سالار یکہ و تنہا دشمنوں کے نرغے میں پھنسا ہوا تھا۔ یہ وہی حسین علیہ السلام ہے جس کے لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں۔ حسین بہشتی جوانوں کے سردار ہیں۔ حسین میرے لخت جگر ہیں۔ میرے نور نظر ہیں۔ خدایا ان کے دوستوں کو دوست رکھ۔ اور ان کے دشمنوں کو دشمن"

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ اتنے میں زمین سیاہ آندھی بن گئی فرات کا پانی مضطرب ہو گیا۔ زمین میں زلزلہ آگیا۔ گرد و غبار نے سورج کو گہنا دیا۔ یکایک غبار کی چادر چاک ہوئی۔ حسین علیہ السلام کا سر اقدس نیزے پر بلند ہوا (السلام علیک یا ابا عبداللہ' انا للہ وانا الیہ راجعون ——— یہ نیزہ سنان ابن انس اٹھائے ہوئے تھے۔ عمر بن سعد کے حکم سے امام مظلوم کی لاش مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالی گئی۔ یہ تقدیر بھی جسد اقدس پر پوری ہوئی۔ خیمے تاراج کیے جانے لگے' شام ہونے لگی' کیسی شام' شام غریباں..... دشمن کے لشکر میں شادیانے بج رہے تھے۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے مظلوم کربلا اور اپنے عزیزوں کی لاشیں دیکھیں' تو تڑپ گئیں' بے اختیار فریاد کرنے لگیں ...... اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' یہ دیکھ حسین

ریگستان میں پڑا ہو خاک و خون میں غلطاں ہے۔تمام بند ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ تیری بیٹیاں قیدی ہیں۔ اور تیری اولاد مقتول ہے۔ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے۔ اتنے میں خیام اہل بیت سے شعلے اٹھے اس وقت چادریں چھینی جا رہی تھیں۔ سیدانیاں لق و دق صحرا میں پناہ ڈھونڈ رہی تھیں۔کوئی یار و مددگار نہیں تھا۔ اس بیکس قافلے کا میر کاروان ایک بیمار تھا۔کون بیمار.....بیمار کربلا۔ یہ آدم ال عبا امام زین العابدین ہیں۔امام زین العابدین کربلا کے واقعے کے بعد عمر بھر اپنے باپ کو روتے رہے۔ان کی تمام زندگی مصائب حسینی کی یاد قائم رکھنے کے لیے مرقع غم بنی رہی۔وہ ہمیشہ امام مظلوم کی پیاس کو یاد فرماتے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام زین العابدین اپنے پدر بزرگوار کو چالیس برس روئے درحالیکہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ جب افطار کا وقت آتا تھا اور آپ کا غلام کھانا اور پانی لے کر حاضر ہوتا تھا۔اور آپ کے سامنے رکھتا تھا۔ اور عرض کرتا کہ نوش فرمائے تو حضرت فرماتے تھے۔ افسوس رسول خدا کا نواسہ پیاسا شہید ہوا تھا۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

پڑھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ شہر کے قرب وجوار سے لوگ جوق درجوق آنا شروع ہو گئے جبکہ میں نے ابھی اشراق بھی نہیں پڑھی تھی۔ جیسے یہ لوگ مجھے صدیوں سے جانتے ہوں"۔

پٹھانوں کے عمائدین، سردار۔ ارباب بھی عالی جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپکے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ جس باغ میں آپ نے قیام فرمایا تھا۔ اُس کے مالک نے حاضر ہو کر وہ باغ آپ کی نذر کر دیا۔ وہی لوگ پھر تعمیر مکان ومسجد میں مصروف ہو گئے۔ جو بھی آپکی خدمت میں حاضری دیتا۔ اپنے اپنے ظرف کے مطابق معرفتِ الٰہی حاصل کرتا اور نجاتِ اُخروی پاتا۔

یہیں آپکو ایک ارباب نے اپنی بیٹی عقد کے لئے پیش کی جسے آپ نے اپنے عقد میں لے لیا۔ اُن کے بطن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیٹا ہُوا جن کا نام سید زین العابدین تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپنے باطنی طور پر غوث الاعظم کے حکم کے مطابق کنڈ کے صحیح النسب سید گھرانے کے ہاں نکاح کا پیام بھیجا۔ وہاں حضرت سید علی ترمذی المعروف بہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دو پوتے حضرت سید عباس و سید عیسےٰ صاحبان سجادہ تھے۔ ان کی ہمشیرہ صاحبہ جو بہت ہی متقی پرہیزگار۔ عابدہ، صالحہ اور تمام اوصافِ حمیدہ سے متصف تھیں۔ حضور غوث الاعظم کے حسب الارشاد چند اشخاص کی وساطت سے ممدوحہ سے شادی کا پیغام بھیجا جب یہ بات سید عباس و سید عیسےٰ کی خدمت میں عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا۔ آپ چونکہ مسافر ہیں۔ ہم آپکے حسب نسب سے واقف نہیں۔ لہٰذا اس پر غور مشکل ہے۔ انہوں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ انکے دادا فرما رہے تھے "کہ اس خواستگار کو قبول فرمائیے۔ آپ، مبارک حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند خاص ہیں۔ اور آپ سے ایک درجہ بالاتر ہیں۔ اور اس زمانہ میں بہ لحاظ نسب اپنی نظیر نہیں رکھتے"۔ اس خواب کے

بعد آپ کو بُلا کر بلا تاخیر آپکی شادی اپنی ہمشیرہ سے کردی اس نیک اور پاکیزہ عالی مرتبت سیّدہ کے بطنِ مبارک سے حضرت شاہ محمدؒ غوث رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے پھر سید علی پیدا ہوئے۔

اس واقعہ کا ذکر محدّث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک قلمی رسالہ "درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت" میں کیا ہے۔ نیز مفتی غلام سرور لاہوری اپنی تصنیف خزینۃ الاصفیاء ص۱۷۵ پر لکھتے ہیں "وہ آپ کی بیوی سیّدہ تھیں جو کہ سید علی ہمدانی کی اولاد ہے۔ اور اطاعت وبندگی میں رابعہ عصر ہے۔ محدّث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ مزید اپنے رسالہ کے صفحہ ۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں" یعنی حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادِ عالی کے مطابق آپ نے کوشش کی کہ اگر صحیح النسب سادات کا کوئی خاندان ہو تو وہاں شادی کی جائے۔ حضرت سیّد عبّاس جو کہ سید علی ترمذی (پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ) اور سیّد علی ہمدانی کی اولاد سے صحیح النسب سیّد تھے۔ نیز ورع۔ تقویٰ اور کمالاتِ ظاہری و باطنی میں بھی کامل تھے ان کی ہمشیرہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ہوئی جو آپکی والدہ ہے"

تبلیغ دینِ متین اور تلاش مقربین کے لئے آپ کشمیر تشریف لے گئے۔ جہاں آپنے وہاں کے علماء و مشائخ اور فضلاء سے ملاقات کی۔ لوگ جوق در جوق قدم بوسی کے لئے آنے لگے۔ اور ایک وسیع حلقہ عقیدت مندوں کا پیدا ہوگیا۔ جو آپکے گرویدہ تھے۔ وہاں سے واپسی پر راستہ دھمتوڑ کے مقام پر ظفر خان نامی شخص نے آپ سے بے حد اخلاص اور محبّت کا سلوک کیا۔ آپ سنہ ۱۰۹۰ھ کو یہاں تشریف لائے تھے چند روز قیام کے بعد آپ یہاں سے پشاور کے لئے روانہ ہوئے وہ شخص رونے اور چلانے لگا۔ آپ نے روانگی پر اُس کو اپنی تلوار عطاء فرمائی اور اُس کے حق میں دُعا کی۔ وہ شخص اُس علاقے کا حکمران

بنا۔ وہ کہتا تھا کہ میں جب بھی دشمن کے ساتھ دوچار ہوتا۔ تو میں حضرت
رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سامنے اسی طرح پاتا جیسا آپ میرے سامنے کھڑے ہیں
اس نے موجودہ مظفر آباد کی بنیاد رکھی۔ پشاور میں لوگوں کی اصلاح اور تبلیغ
سلسلہ پھر شروع کیا۔ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ فاضل جنہیں آپنے
طرح علوم ظاہری و باطنی میں کامل و اکمل بنا دیا تھا۔ وہیں کشمیر میں چھوڑا۔ جہاں
بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے لوگ موجود ہیں۔ چونکہ پشاور کابل کی ولا
میں شامل تھا۔ آپ تبلیغ اسلام اور سلسلۂ قادریہ کی ترویج واشاعت کے
کابل تشریف لے گئے وہاں پر ہزاروں لوگوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا
کابل کے گورنر نواب امیر خان نے بھی آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی
دیگر مشاہیر علماء و اُمراء بھی مرید ہوئے۔ آپ جہاں گئے قادری سلسلہ
چراغ روشن کئے۔ آپنے ۲۱ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ میں وصال فرمایا۔
آنجناب کی عمر ۹۲ سال تھی جو نسبت غوث الاعظم کی عمر مبارک سے
برابر ہے۔ آپ کی وفات پر پشاور میں کہرام مچ گیا۔ اس سرخیل اولیا
زمان جن کی ساری زندگی حضور کی سنت کی پیروی میں گذری۔ حضور
غوث اعظم کی محبت اور اتباع میں اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے
اور اپنے پیچھے اپنے خلفاء، اولاد امجاد سے ایسے برگزیدہ حضرات کا
سلسلہ چھوڑ گئے جو ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آج بھی عوام و خواص
قلوب و اذہان کو منور فرما رہے ہیں۔ تبلیغ کا یہ سلسلہ اگر لاہور میں محدث
حضرت شاہ محمد غوث نے انجام دیا تو آج انہی کی اولاد سے پشاور
بقیۃ السلف حجۃ الخلف مفسر قرآن شارح حدیث حضرت علامہ
محمد امین شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی اسی طرح مسند
ارشاد پر فائز ہیں۔ درس قرآن و حدیث۔ ذکر و فکر، نعت رسول مقبول

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾	اُن (منافقین) کی مثال اُس شخص کی مانند ہے جس نے آگ جلائی پس جب روشن ہُوا وہ جو اُس (آگ) کے اِردگرد ہے تو لے گیا اللہ تعالیٰ اُن کی یہ روشنی اور چھوڑ دیا انھیں تاریکیوں میں کہ وہ نہیں دیکھ پاتے۔

لغت مَثَلُ: مَثُلَ يَمْثُلُ مُثُوْلاً، کھڑا ہُوا، مشکل بنا، مانند ہُوا، ایسی بات جو کسی دوسری بات سے ملتی جلتی ہو، اور ان میں سے کسی ایک کے ذریعے دوسری کا مطلب واضح ہو جاتا ہو اور صورتحال سامنے آجاتی ہو۔[1] کَ: یہ صرف تشبیہ ہے۔ مانند، طرح۔ اِسْتَوْقَدَ: وَقَدَ، وُقُوْدًا، وَوَقَدًا، آگ روشن ہونا، الاؤ کرنا، جلانا، یہ باب استفعال سے ہے۔ واحد مذکر غائب ہے۔ اَضَاءَتْ: روشن ہُوا، اُس نے روشن کر دیا۔ واحد مؤنث غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ مَاحَوْلَهٗ: مَا وہ چیز، حَوْلَهٗ۔ گرداگرد یعنی جو کچھ اُس کے اِردگرد ہے۔

تفسیر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں ایک مثال کے ذریعے منافقین کی پہچان کروائی ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "واخرج عبد بن حميد وابن جرير عن قتادة فی قوله:- مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا قال هٰذا مثل ضربه الله للمنافق ان المنافق تكلم بلا اله الا الله فناكح بها المسلمين ووارث بها المسلمين وغازى بها المسلمين وحق بها دمه وماله فلما كان عند الموت لم يكن لها اصل فی قلبه ولا حقيقة فی عمله فسلبها المنافق عند الموت فترك فی ظلمت[2]

---

[1] امام راغب، مفردات القرآن، مکتبۂ قاسمیہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۸۵۶

[2] جلال الدین سیوطی، تفسیر درمنثور، دار المعرفۃ۔ بیروت ج ۱ ص ۳۳

(عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے تخریج فرمائی۔ کہ انہوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی "کہ ان کی مثال اُس شخص کی مانند ہے جس نے آگ جلائی"۔ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں منافق کی مثال بیان کی گئی ہے جو کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے کی بدولت مسلمان عورت سے نکاح کرلیتا ہے اور اس کلمے کی وجہ سے مسلمانوں کی وراثت میں حصہ لیتا ہے اور اس کلمے کے باعث مسلمانوں کے ساتھ مالِ غنیمت میں شریک ہوتا ہے۔ اور اس کلمے کی طفیل اپنے خون اور مال کو تو بچالیتا ہے لیکن چونکہ اس کے دل میں اس کلمے کی بنیاد مضبوط نہیں ہوتی، اور نہ ہی اُس کے عمل کی کوئی حقیقت ہوتی ہے لہٰذا موت کے وقت منافق کا نورِ ایمان سلب کرلیا جاتا ہے اور وہ اندھیروں میں بھٹکتا ہوا رہ جاتا ہے)۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب رقمطراز ہیں۔

"او مثل لایمانهم من حيث انه يعود عليهم بحقن الدماء والاموال ومشاركة المسلمين فى المغانم والاحكام بالنار ولذهاب اثره باهلاكهم فى الاخرة او افشاء حالهم فى الدنيا باطفاء الله اياه"۔ [۳]

(ان منافقین کے ایمان کو آگ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ دنیا میں تو وہ ایمان اُن کے خون اور مال کو محفوظ رکھتا ہے اور احکام و غنائم میں ان کو مسلمانوں کا شریک بنادیتا ہے مگر اس کا اثر باقی رہنے والا نہیں۔ ایسا ایمان ان کو آخرت میں تباہ کردے گا۔ اور دنیا میں اُن کا حال سب پر ظاہر ہوجاتا ہے گویا آگ بجھادی جاتی ہے۔)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان منافقین کو ہدایت کے لئے سازگار ماحول فراہم کیا تھا اور ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بنفس نفیس جلوہ

[۳] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، اشاعۃ العلوم حیدرآباد ج ا ص ۲۹

رہا تھے لیکن انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے ابدی فیض حاصل نہ کیا۔ اس آیت میں اس کا ذکر کیا گیا۔ چونکہ منافقین نے سرورِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت کی قدر نہ پہچانی اور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر کان نہ دھر اللہ ان کی اس کیفیت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اگلی آیہ مبارکہ میں یوں فرمایا۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ⑱

یہ منافق بہرے ہیں، گونگے ہیں اندھے ہیں۔ پس وہ نہیں لوٹتے۔

صاحب تفسیر قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وقال قتادة صُمٌّ عن استماع الحق، بُكْمٌ عن التكلم به، عُمْيٌ عن الابصار له قلت: وهذا المعنى هو المراد في وصف النبي صلى الله عليه وآله وسلم ولاة اخر الزمان في حديث جبريل "واذا رأيت الحفاة العراة الصم البكم ملوك الارض فذاك من اشراطها"۔ والله اعلم۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ منافق حق بات سننے سے بہرے ہیں، حق بات کہنے سے گونگے اور حق دیکھنے سے اندھے ہیں۔ قرطبی صاحب کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ ارشاد ہے جو کہ جبرائیل کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاماتِ قیامت کے ضمن میں بیان فرمایا کہ جب تو برہنہ پا، برہنہ بدن، بہرے اور گونگے کو زمین پر بادشاہ دیکھے پس تو سمجھ لے کہ یہ قیامت کی نشانی ہے۔ واللہ اعلم۔

لہ ابی عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، الجامع لاحکام القرآن احیاء التراث عربی بیروت ج ۱ ص ۲۱۵

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالٰے نے منافقانہ صفات رکھنے والے ناقص انسانوں کی شناخت اس طرح کروائی ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم، اہل بیت عظام اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حقائق و معارف سے بھرپور ارشادات سنتے ہیں لیکن اِن پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ گویا کہ یہ بہرے ہیں اور انہوں نے تو کچھ سُنا ہی نہیں اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور آپ کے احباب کی وہ قدوسی جماعت جن کی تعریف و توصیف قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ اُسے قطعًا بیان نہیں کرتے جس طرح کہ یہ بالکل گونگے ہیں۔ اور بولنے سے ہی قاصر ہیں۔ نیز وحیٔ الٰہی کی حقانیت، حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے معجزات ظاہرہ و باہرہ اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے جاں نثاروں کی محبت واطاعت اور فرماں برداری و سرشاری کے ایمان افروز نظارے دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لاتے گویا کہ یہ تو بالکل اندھے ہیں۔ انہیں کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ لہٰذا اُن کے کان، اُن کی زبان اور اُن کی آنکھیں بے کار ہیں اور اس قابل ہی نہیں کہ وہ اپنی موجودہ روش کو چھوڑ کر راہ ہدایت کی طرف واپس لوٹ جائیں۔

ان منافقین کی جو صفات اس آیۂ کریمہ میں بیان کی گئی ہیں۔ بعینہٖ یہی صفات آج کل بھی ایک گروہ میں دیکھی جاسکتی ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم، اہلِ بیت عظام اور صحابۂ کرام کی تعریف و توصیف نہ تو سُن سکتے ہیں، نہ ہی اُسے بیان کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اُسے ملاحظہ کرنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔ بلکہ قرآن حکیم میں ان کی شان میں نازل شدہ آیات کریمہ کی بھی دُور از کار تاویلیں کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو ان چالبازیوں سازشیوں اور منافقانہ صفات رکھنے والوں سے محفوظ رکھے۔ آمین وبجاہ سید المرسلین۔

حدیث ۱۴

انبأنا حرمی بن یونس بن محمد الطرسوسی قال حدثنا ابو غسان قال حدثنا عبد السلام عن موسی الصغیر عن عبد الرحمن بن سابط عن سعد قال کنت جالسا فتنقصوا علی بن ابی طالب فقلت لقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ان لہ خصالا ثلثا لان یکون لی واحدۃ منھن احب الی من حمر النعم سمعتہ یقول انہ منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی وسمعتہ یقول لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ وسمعتہ یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

ترجمہ

سعد سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا جہاں (چند افراد نے) علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی برائیاں بیان کی۔ پس میں نے کہا البتہ تحقیق میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے لئے تین خصلتیں ہیں۔ ان میں سے اگر ایک مجھ کو مل جاتی تو مجھے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے یہ محبوب تر ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اس کا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسے ہارون علیہ السلام کا مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ مگر یاد رکھو میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔ اور میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے ضرور بالضرور کل میں علم اس شخص کو دوں گا جو اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اور اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دوست رکھتے ہیں نیز میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے۔

حلِ لغت

فتنقصوا۔ پس لوگوں نے برائی بیان کی۔ اس کا مصدر تنقص ہے۔ نقص کی نسبت کرنا۔ برائی کرنا۔ خصالا۔ فوقیت لے جانا۔ بڑھ جانا۔

فضیلت رکھنا۔ خصلت۔ عادت۔ خصوصیت۔ خُو۔ مَوْلیٰ۔ مولی کے بہت معنی آتے ہیں۔ رب۔ مالک۔ سردار۔ مُنعِم۔ آزاد کرنے والا۔ مدد کرنے والا۔ محب، تابع، ہمسایہ۔ چچا کا بیٹا، حلیف۔ عقید، داماد۔ خسر۔ غلام، آزاد کیا ہُوا۔ جس پر احسان کیا جائے۔ اور یہ لفظ بہت حدیثوں میں وارد ہے تو ہر ایک مقام پر مناسب معنی پر محمول ہوگا (لغات الحدیث کتاب "ق" ص۱۰۸۔ مصنفہ مولوی وحید الزمان صاحب، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

تشریح ارشاد ہے کہ "میں ایک جگہ بیٹھا ہُوا تھا جہاں (چند افراد نے) علی بن ابی طالب کی بُرائی بیان کی"۔ یعنی اس مجلس میں بعض افراد نے امام الاولیاء، امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی بُرائی بیان کی، آپ پر طعن کیا۔ آپکے نقائص بیان کرنے شروع کر دیئے۔ آپ کی شانِ اقدس میں یاوہ گوئی بکنے لگے تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے دریدہ دہنوں، گستاخوں اور بے ادبوں کو کہا کہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعریف، وتوصیف مجھ سے سُنو کہ وہ کتنی عظیم اور بابرکت شخصیت ہے، جس کی تعریف وتوصیف میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "کہ اس کے لئے تین خصلتیں ہیں کہ ان میں سے ایک اگر مجھ کو مل جاتی تو مجھے سُرخ اونٹوں کے مل جانے سے یہ خوب تر ہے"۔ یعنی اگر مجھے بہت ہی قیمتی زر و جواہر اور زیادہ سے زیادہ قیمتی اُونٹ بھی مل جائیں تو میں ان تینوں خصلتوں میں سے ایک خصلت کو ہی قبول کرتا اور ان دُوسری قسم کی دولتوں کو قبول نہ کرتا۔ فرماتے ہیں، "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا ہے کہ "اس (علی) کا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسے ھارون علیہ السلام کا مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ مگر یاد رکھو میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں"۔

یعنی جناب موسیٰ علیہ السلام کی نظر میں جو اعلیٰ اور برگزیدہ مرتبہ و مقام جناب ہارون علیہ السلام کو حاصل تھا وہی اعلیٰ مرتبہ اور مقام بلند جناب سیدنا امام الاولیاء امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضور سرورِ عالم و عالمیان جناب احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ مبارک میں حاصل ہے

مگر ہاں مراتبِ علیا میں ایک مرتبہ ایسا ہے جسے مرتبۂ نبوّت کہتے ہیں۔ وہ آپ کرم اللہ وجہہُ الکریم کو حاصل نہیں۔ چونکہ سلسلۂ نبوّت پیغمبر اسلام جناب خاتم النبیّین حضرت محمدؐ رسول اللہ پر ختم ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد نہ تو کسی قسم کا نبی آسکتا ہے اور نہ ہی رسول، اس لئے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کو صرف یہ مرتبہ حاصل نہیں۔ ارشاد ہے "میں نے پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے ضرور بالضرور کل میں علَم اس شخص کو دوں گا۔ جو اللہ جل جلالہٗ اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دوست رکھتا ہے۔ نیز اللہ جل جلالہٗ اور اس کا رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس کو دوست رکھتے ہیں"۔ یعنی جہادِ خیبر کے موقع پر علَم (جھنڈا) اس عظیم مرتبہ کے حامل کو دیا جائیگا۔ جو اللہ تعالےٰ اور اس کے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا محبوب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے محبوب ہیں۔ یہ علَم دوسرے دن جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مرحمت فرمایا۔ اور فتح و نصرت نے آپ کرم اللہ وجہہ الکریم کے قدم چُومے۔ نیز ارشاد فرمایا "میں نے پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سُنا ہے۔ وہ فرماتے تھے جس شخص کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے"۔ یعنی جس کا میں آقا و سردار ہوں جناب علی المرتضیٰ بھی اس کا آقا و سردار ہے۔ صاحب لغات الحدیث تحریر کرتے ہیں (لغات الحدیث آخری جلد کتاب "و" صفحہ ۱۰۸)۔ "حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ، نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا) اَصْبَحْتَ مَوْلیٰ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَۃٍ۔ تم تو ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کے مولیٰ بن گئے"۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مبارکباد دی جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ حدیث فرمائی۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ کہتے ہیں کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، نے حضرت علی المرتضیٰ

کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا تم میرے مولیٰ نہیں ہو میرے مولیٰ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی"۔ صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف مَن کُنتُ مولاہ فعلیٌّ مولاہُ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں "رواہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثلاثون صحابیا وان کثیر من الطرقہ صحیح وحسن" یعنی اس حدیث کو حضور سرورِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تیس صحابیوں نے روایت کیا ہے ان میں اکثر روایتیں صحیح اور حسن ہیں"۔ حضور سرورِ کائنات سیدِ کل سرورِ عالم و عالمیان جناب احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوقاتِ الٰہی کی ہر شئے کے مولیٰ ہیں۔ لہٰذا اس ارشادِ گرامی کے مطابق جناب ابوتراب سیدنا و مولینا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بھی یقیناً اس تمام مخلوق الٰہیہ کے مولیٰ ہیں۔ حضرت سید الانس والجانّ، پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد امام الاولیاء جناب امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ الکریم کی عظمتِ شان اور فضیلتِ عظیم پر ایک بیّن دلیل اور برہانِ قاطع ہے۔ عارف باللہ، واقفِ سرِّ حقیقت و معرفت حضرت شاہ نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلوی فرماتے ہیں ؎

پیمبر بر سرِ منبر نشست و خواند مولائش
کہ تا مولا کسش را باشد اندر خلق برہانے

اسماء الرجال حدیث ۴/۱۱

۱-۱۱:- حرمی بن یونس بن محمد الطرسوسی۔ ابراہیم بن یونس بن محمد۔ البغدادی نزیل طرسوس لقبہ حرمیؒ بلفظ النسب مہملین صدوق من الحادیۃ عشرۃ (تقریب ص۲۷) وقال فی اسامی شیوخہ لا باس بہ (التہذیب ج۱ ص۱۸۵)

۲-۱۱:- مالك بن اسمٰعيل النهدى ابو غسان الكوفى سبط حماد ابن ابى سليمان ثقة متقن صحيح الكتاب عابد. من صغار التاسعة مات سنة سبع عشرة (تقريب ص۳۲۶) روى عن عبد الوهاب بن سليمان بن الغسيل... وزياد البكائى وجماعة وروى عنه البخاري... محمد بن يحيٰي بن سعيد القطان وحرمى بن يونس بن محمد المؤدب وابو حاتم... وآخرون، قال عثمان بن شيبة ابو غسان صدوق ثبت متقن امام من الأئمة الخ (التهذيب ج ۱۰ ص۳۰۴)

۳-۱۱:- عبد السلام بن حرب بن سلمة النهدى بالنون الملائى بضم الميم وتخفيف اللام ابو بكر الكوفى اصله بصرى ثقة حافظ له مناكير من صغار الثامنة مات سنة سبع وثمانين وله ست وتسعون سنة. (تقريب ص۲۱۳)

روى عن يحيٰي بن سعيد الانصارى ويونس بن عبيد وغيرهم وعنه ابن اسحاق وهو اكبر منه وابو نعيم... وابو غسان النهدى .... وهناد بن السري وقتيبة بن سعيد وغيرهم، وقال عثمان الدارمي عن ابن معين صدوق وقال غيره عن يحيٰي ليس به بأس يكتب حديثه وقال ابو حاتم ثقة صدوق وقال الترمذى ثقة حافظ. قلت وقال النسائى فى التميز ليس به بأس وقال الدارقطنى ثقة حجة وقال العجلى قدم الكوفة يوم مات ابو اسحاق السبيعى وهو عند الكوفيين ثقة ثبت والبغداديون ينكرون بعض حديثه والكوفيون اعلم به. وقال يعقوب بن شيبة ثقة فى حديثه لين وقال ابن سعد كان به ضعف فى الحديث وكان عسرا وذكره الدارقطنى والحاكم وابو اسحاق الحبال وغير واحد فى افراد البخارى وحد بيشة

فی مسلم قلیل (التهذیب ج ۶ ص ۳۱۶، ۳۱۷)

۴-۱۱: موسیٰ بن مسلم الکوفی ابو عیسیٰ الطحان لهٔ موسیٰ الصغیر لا بأس بهٖ من السابعة مات وهو ساجد (تقریب ص ۳۵۲) یقال الشیبانی ابو عیسیٰ الکوفی الطحان المعروف به الصغیر، روی عن ابراهیم التیمی وابراهیم النخعی ..... وعبد السلام بن حرب ... وغیرهم۔ وقال الدوری عن ابن معین موسی الصغیر الذی یروی عنهٔ ابو معاویة هو موسیٰ بن مسلم وهو موسیٰ الصغیر ثقة وذکره ابن حبان فی الثقات قلت وقال اکثر ما یقع فی الروایت موسی الصغیر (تهذیب التهذیب ج ۱۰ ص ۳۷۲)

۵-۱۱: عبد الرحمٰن بن سابط ویقال ابن عبد الله بن سابط و هو الصحیح ویقال ابن عبد الله بن عبد الرحمٰن الجمعی المکی ثقة کثیر الارسال من الثالثة مات سنة ثمانی عشرة (تقریب ۲۰۲)

عبد الرحمٰن بن سابط ویقال عبد الرحمٰن بن عبد الله بن سابط بن ابی حمیفة ابن عمرو بن اهیب بن حذیفة بن جمح الجمحی المکی تابعی ارسل عن النبی صلی الله علیه وآلهٖ وسلم روی عن عمرو سعد بن ابی وقاص وعباس بن عبد المطلب وعباس بن ابی ربیعه ومعاذ بن جبل وابی ثعلبه الغشنی وقیل لم یدرك واحد منهم وعن ابیه وله صحبة وجابر وابی عمامة وابن عباس وعائشة وعمرو بن میمون الاودی وحفصه بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر وغیرهم وعنهٔ ابن جریح ولیث ابن ابی سلیم۔ قیل یحییٰ بن معین سمع عبد الرحمٰن بن ابی وقاص قال لا قیل من ابی عمامة قال لا قیل من جابر قال لا هو مرسل وذکره الحثیم عن

عنه ذلك وکان ثقة کثیر الحدیث له فی صحیح مسلم حدیث واحد فی الفضل / التهذیب ج ۶ ص ۱۸۱ (جاری ہے)

سیر السلوک
الیٰ
ملک الملوک

مدیر اعلیٰ

اچھی طرح جان لے کہ توبہ[۱] اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے فی الفور (۲) واجب ہے کہ "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے حضور میں سچے دل سے توبہ کرو (۳)۔

اور تحقیق توبہ کے واجب ہونے پر امت محمدیہ کا اتفاق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توبہ کرنے والا گناہ سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

اور یہ توبہ (گناہ کے بعد) فوراً واجب ہے کیوں کہ گناہوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑنا واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری بھی ہمیشہ واجب ہے۔ پس تحقیق حضرت امام نووی رحمت اللہ علیہ نے نقل فرمایا کہ اس بات پر علمائے امت کا اجماع ہے کہ فوراً توبہ کرنا واجب ہے چنانچہ توبہ میں تاخیر کرنے سے جتنا وقت گزرتا ہے اس سے لازمی طور پر گناہ دوگنا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ پہلا گناہ تو برے عمل کی وجہ سے ہوا اور دوسرا گناہ فی الفور توبہ نہ کرنے کی بدولت حاصل ہوا۔ اور اس طرح یہ دو چند ہو گیا۔ پس (اے سالک) اگر تو انصاف اور شفقت سے اپنے نفس پر نگاہ ڈالے تو تُو دیکھے گا کہ تجھے کھانے، پینے اور ٹھکانے (مکان) سے زیادہ توبہ کی حاجت ہے۔ اس لئے کہ گناہ تیرے لئے حجاب بن چکا ہے جو کہ پوشیدہ بھیدوں سے تجھے بے خبر رکھتا ہے۔ یہ تیرے اور تیرے ہر ایک محبوب کے درمیان حائل ہے اور یہ گناہ بندے اور اس کے رب تعالیٰ کے درمیان بہت بڑا حجاب ہے۔

---

(۱) :- توبہ : یہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کے حقیقی معنی رجوع کر لینے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں توبہ سے مراد یہ ہے کہ شریعت میں جو چیز مذموم ہے اس سے لوٹ کر قابل تعریف شے کی طرف آجائے۔ امام ابوالقاسم، رسالہ قشیریہ اردو ترجمہ پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۸۹ء، ص ۲۲۲۔

(۲) :- اس کے معنی یہ ہیں کہ گناہ کے بعد فوری توبہ کرنی چاہیے

(۳) :- سورۃ التحریم (۸:۶۶)

کیونکہ یہ ظلماتی (تاریک) حجاب ہے اور اس کے علاوہ بندے اور خداوند تعالیٰ کے درمیان جو حجابات ہیں وہ نورانی حجابات ہیں اور نورانی حجابات بندے کو اپنے پروردگار سے کلی طور پر دور نہیں لے جاتے اور قلب کی آنکھ جسے بصیرت بھی کہتے ہیں اور قرآن حکیم میں اسے رین (۴) طبع (۵) اور ختم (۶) کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ جب تک گناہوں کی تاریکیوں میں مچھی ہوتی ہو تو ایسا قلب اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات ذرہ برابر بھی ملاحظہ نہیں کر سکتا اور ایسے قلب کا مالک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کرنے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتا۔ پس یہ آدمی گناہوں کی دلدل سے نکلنے کے لئے جب توبہ کرتا ہے تو اس کے قلب کی آنکھ سے گناہوں کے حجابات ہٹا دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جاتا ہے اس کے دل میں ثواب کی امید پیدا ہوتی ہے اور برائیوں سے بچتے ہوئے اطاعت خداوندی میں دوام حاصل کرنے لگتا ہے۔

پس اے سالک! جب تمہارا قلب یہ اشارہ (رمز) جان لے کہ گناہوں سے توبہ کرنا فوراً واجب ہے اور یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا قُرب بغیر توبہ کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو یہ بھی سمجھ لے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے ستر (۷۰) حجابات ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نور و ظلمت کے (۷۰) ہزار حجابات ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنا حقیقی جلوہ ظاہر فرمادے تو اس کی ذات کے انوار و تجلیات سے کائنات کی یہ تمام اشیاء جل جائیں، جو تا حد نظر مخلوق کو نظر آ رہی ہیں اور ظلماتی حجابات سے مراد وہ حجابات ہیں جو کہ گناہوں اور لغزشوں کی ظلمت (تاریکی) سے حاصل ہوتے ہیں اور نورانی حجابات سے مراد ایسے حجابات ہیں جو آخرت میں جنت کی لذات اس دنیا میں کرامات، تجلیات اور اسی قسم کے دیگر احوال و مقامات کی طرف سالک کی نظر التفات کی بدولت راہ سلوک میں حائل ہوتے ہیں اس طرح جب تک سالک کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا اشیاء میں سے کسی شے کی رغبت موجود ہو تو یہ سالک کے لئے حق تعالیٰ سے حجاب بنی رہتی ہے یعنی وہ چیز جس کی طرف سالک کے دل میں محبت والفت پائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور سالک کے درمیان حجاب کی صورت میں

(۴)۔ رین:۔ اس زنگ کو کہتے ہیں جو کسی صاف چیز پر لگ جائے، امام راغب، مفردات القرآن ص ۲۰۹۔ قرآن مجید میں آتا ہے کلا بل ران علی قلوبہم (بلکہ ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے المطففین ۸۳-۱۴)

(۵)۔ طبع:۔ اس کے اصل معنی کسی چیز کو ڈھال کر کوئی شکل دینے کے ہیں، مثلاً طبع السکۃ۔ یعنی سکہ ڈھالنا، یہ ختم سے زیادہ عام ہے۔ مفردات القرآن ص ۵۵۲ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فطبع علی قلوبہم۔ (تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے۔ المنافقون ۶۳-۳)۔

(۶)۔ ختم:۔ اس کے معنی مہر کرنے کے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ختم اللہ علی قلوبہم) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے البقرہ ۲-۷)۔

موجود رہتی ہے۔ اور اسی کی وجہ سے راہ سلوک کی منزل طویل ہوجاتی ہے بعض لوگ سلوک کی ایک چوتھائی منزل طے کرنے کے بعد واپس ہوجاتے ہیں بعض نصف راہ تک پہنچنے کے بعد واپس ہوجاتے ہیں۔

پس توبہ اور ندامت سالک کے قلب سے ظلماتی حجابات کو دور کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ قلب کی سیاہی دور کرنے والے اسباب اور ذرائع میں سب سے بڑھ کر کلمۂ طیبہ کا ذکر ہے سالک جب لا الٰہ الا اللہ کے ذکر پر دوام حاصل کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں ایک ملکوتی چراغ روشن کردیتا ہے جس کے متعلق گزشتہ ابواب میں بیان کیا جاچکا ہے۔ تو اس ملکوتی چراغ کی روشنی سے اس کی باطنی (اندرونی) تاریکیاں دور ہوجاتی ہیں۔ اور اسے اپنی غلاظتیں اور فتنے نظر آجاتے ہیں۔ جو کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری اور سعادت سے روکتے ہیں اور جان لے کہ توبہ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک عوام کی توبہ ہے، دوسری خواص کی اور تیسری خواص الخواص کی۔ پہلی قسم اپنے گناہوں پر ندامت کرنا ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، کہ گناہوں پر نادم ہونا توبہ ہے، دوسری قسم میں ان تمام اشیاء سے توبہ کرنا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکتی ہیں، اور تیسری قسم میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں دوری اور لاپرواہی سے توبہ کرنا اور یہ صدیقین کی توبہ ہے۔ صدیقین وہ ہیں جو پاک ہیں اور وہ اپنے سانسوں کی قدر و قیمت سے آگاہ ہیں۔ اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے سانسوں میں سے ہر سانس (جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لیا جارہا ہے) دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے